ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

ڈاکٹر عارف حسین

پوسٹ ڈاکٹریٹ فیلوشپ، ادارۂ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۔

پروفیسر ڈاکٹر حمیرا اشفاق

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۔

پاکستان میں قومی زبان کا نفاذ: مسائل اور اِن کا حل
(ادارۂ فروغ قومی زبان کی منتخب کتب کے حوالے سے)

Dr. Arif Hussain*
Post Doctrate Felowship, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad.
Prof. Dr. Humaira Ishfaq
Associate Professor, Department of Urdu, International Islamic University, Islamabad.
***Corresponding Author:**

Implementation of the National Language in Pakistan: Issues and Their Solutions (Regarding the Selected Books of the National Language Promotion Department)

The implementation of Urdu as Pakistan's national language has remained a complex linguistic, cultural, and political issue since the country's creation in 1947. Following the partition of the Indian subcontinent, Urdu was designated as the national language of Pakistan, while Hindi was promoted in India. Although both languages share common linguistic roots, this separation not only reinforced distinct national identities but also widened the linguistic gap between them. In Pakistan, despite not being the mother tongue of any single region, Urdu emerged as a unifying medium among diverse ethnic and linguistic groups. Its incorporation of Persian and Arabic elements further aligned it with the Islamic identity of the state, while Hindi in India drew upon Sanskrit vocabulary to represent indigenous cultural

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29
ماخذ تحقیقی مجلہ

heritage. Over time, Urdu in Pakistan evolved by assimilating local linguistic and cultural influences, thereby developing a distinctly Pakistani form that gained wide public acceptance. However, the language's official implementation has faced persistent challenges, particularly in terms of economic constraints, societal attitudes, and institutional training. In this context, the services of the National Language Promotion Department remain noteworthy. Through translation of terminologies, publication of books, organization of seminars, and the use of digital platforms, the NLPD continues to play a significant role in strengthening the status of Urdu. This paper examines the issues hindering the enforcement of Urdu at the state level and highlights possible solutions to ensure its effective role as a language of communication and national identity in Pakistan.

Key Words: *National Language, Cultural, Partition, Subcontinent, Identities, Incorporation, Assimilating, Influences, Implementation, Challenges, Department, Publication, Platforms, Enforcement, Solutions, Effective, Communication.*

۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے نتیجے میں اُردو بولنے والے ایک نمایاں جغرافیائی اور ثقافتی علیحدگی سے دوچار ہوئے۔ اس عمل کے نتیجے میں پاکستان میں اُردو کو قومی زبان قرار دیا گیا جب کہ ہندوستان میں ہندی کو فروغ دیا گیا۔ اس تقسیم نے نہ صرف الگ الگ قومی شناختوں کو تقویت دی بلکہ ہندی اور اُردو کے درمیان لسانی فاصلے کو بھی نمایاں کیا۔ اگرچہ دونوں زبانیں مشترکہ لسانی جڑیں رکھتی ہیں۔

پاکستان میں اُردو کسی ایک خطے کی مادری زبان نہ ہونے کے باوجود مختلف نسلی و لسانی گروہوں کے درمیان اتحاد کا وسیلہ بنی۔ اس مقصد کے تحت اُردو میں فارسی اور عربی عناصر کو شامل کیا گیا تاکہ اسے ریاست کے اسلامی تشخص کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاسکے۔ اس کے برعکس ہندوستان میں ہندی کو قومی زبان کے طور پر اختیار کیا گیا اور سنسکرت سے ماخوذ الفاظ کے استعمال کے ذریعے اسے اُردو سے دور کرنے کی شعوری کوشش کی گئی تاکہ یہ ہندوستانی ثقافتی ورثے کی نمائندگی کر سکے۔

پاکستان میں اُردو کے فروغ نے اسے قومی وحدت کی علامت بنایا جبکہ ہندوستان میں اس کی اقلیتی حیثیت پیچیدہ لسانی سیاست کا باعث بنی۔ دونوں زبانوں کا ارتقاء سیاسی و سماجی سیاق وسباق کے مطابق لغوی تبدیلیوں سے عبارت ہے۔ اُردو نے اسلامی ثقافت سے جڑے الفاظ اپنائے جب کہ ہندی نے ہندو ثقافتی بیانیے کے ساتھ اپنی وابستگی کو مضبوط کیا۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

تقسیم کے بعد لکھنؤ اور دہلی اُردو کے ثقافتی مراکز کے طور پر سامنے آئے۔ ایک پڑھی لکھی نسل نے ان شہروں کو زبان میں معیار اور سند کا درجہ دیا۔ تاہم اس لسانی مرکزیت نے علما کے مابین محاوراتی اظہار اور روزمرہ کے استعمال کی قبولیت پر بحثوں کو جنم دیا جو آج تک جاری ہیں۔

زبان چونکہ ایک متحرک وجود ہے، اس لیے یہ سماجی تبدیلیوں کے ساتھ ارتقاء پذیر رہتی ہے۔ لسانی منظرنامہ صرف اہلِ علم نہیں بلکہ عوام بھی تشکیل دیتے ہیں کیونکہ ان کی ضروریات اور رجحانات زبان کی سمت متعین کرتے ہیں۔ یوں تقسیم کے تاریخی واقعات نے اُردو اور ہندی کی تشکیل وارتقاء پر گہرا اثر ڈالا اور دونوں زبانوں نے اپنی الگ شناختوں کو مستحکم کرتے ہوئے اپنی اپنی قومی و ثقافتی پیچیدگیوں کی عکاسی کی۔

زبان ایک متحرک اور ارتقائی نظام ہے جو عوام کے استعمال سے پروان چڑھتی ہے۔ معاشرتی، ثقافتی اور سائنسی تبدیلیاں نئی لُغت کو جنم دیتی ہیں اور پرانی صورتوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اگرچہ علما زبان کو منظم کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بالآخر عوامی ضرورت اور روزمرہ استعمال ہی زبان کی سمت متعین کرتا ہے۔ اسی لیے ہمیشہ عوام کی زبان علماء کی زبان پر غالب آتی ہے۔ اس ضمن میں ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

> "یہ لسانی تاریخ کی دلچسپ حقیقت ہے کہ آخر کار بازار کی زبان دربار کی زبان پر غالب رہتی ہے"[1]

آج پاکستان میں بولی جانے والی زبان خصوصاً اُردو خطے کی پیچیدہ تاریخ، روایات اور سماجی حقائق کی عکاسی کرتی ہے۔ پاکستان میں اُردو محض تقسیمِ ہند سے پہلے کی لسانی روایت کا تسلسل نہیں بلکہ متنوع اثرات کے زیرِ اثر ڈھلنے والی ایک زندہ اور متحرک زبان ہے۔ اس کی ترقی کو کثیر لسانی اور کثیر الثقافتی ماحول سے الگ تھلگ سمجھنا ممکن نہیں۔

پاکستانی اُردو پر سب سے زیادہ کی جانے والی تنقید یہ ہے کہ اس پر پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی اور سرائیکی جیسی مقامی زبانوں کے اثرات نمایاں ہیں، جس کے باعث اس کی خالصیت متاثر ہوئی ہے۔ چونکہ پاکستان میں اکثریت اُردو کو دوسری زبان کے طور پر بولتی ہے، اس لیے یہ ناگزیر طور پر علاقائی زبانوں کے الفاظ، تراکیب اور یہاں تک کہ صرف و نحو کے نمونوں کو بھی جذب کر لیتی ہے۔ مثلاً پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا میں اُردو بولنے والوں کے لہجوں اور لفظیات میں واضح فرق پایا جاتا ہے جسے بعض اہلِ علم معیار سے انحراف سمجھتے ہیں۔ تاہم یہ تغیر لسانی رابطے کا ایک فطری نتیجہ ہے اور اسے زبان کے زوال کی بجائے اس کے نامیاتی ارتقاء کا حصّہ قرار دینا چاہیے۔

ماخذ تحقیقی مجلّہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

پاکستانی اُردو پر تنقید کی ایک اور بڑی وجہ اسے تقسیم سے پہلے کے ادبی مراکز خصوصاً لکھنؤ اور دہلی کے معیار سے پرکھنا ہے۔ یہ شہر طویل عرصے تک اُردو کے مستند مراکز سمجھے جاتے رہے، جہاں لسانی و ادبی اُصول قائم کیے گئے۔ وہاں کے محاورے، تلفظ اور اسلوب نگاری اُردو کی "معیار بندی" کے پیمانے بن گئے۔ آج بھی پاکستانی اُردو کو اکثر انہی کلاسیکی اُصولوں کے تحت جانچا جاتا ہے۔ تاہم یہ موازنہ غیر منصفانہ ہے کیونکہ زبان کسی مخصوص تاریخی سانچے میں جامد نہیں رہ سکتی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان میں سماجی و ثقافتی حالات بدل گئے اور اُردو نے نئے سیاسی و تہذیبی تناظر میں ارتقاء پایا۔

یوں پاکستانی اُردو ایک منفرد شناخت رکھتی ہے۔ اس نے ایک طرف عربی و فارسی عناصر کے ذریعے ملک کے اسلامی رجحان کو اپنایا ہے تو دوسری طرف مقامی زبانوں کے ساتھ امتزاج پیدا کیا ہے۔ اس میل جول نے ایک ایسی متحرک اور تنوع پذیر اُردو کو جنم دیا ہے جو پاکستانی معاشرت کے حقیقی تجربات کی نمائندگی کرتی ہے۔ لہٰذا اسے صرف اس بنیاد پر کمتر قرار دینا کہ یہ لکھنوی یا دہلی کی کلاسیکی روایت سے مختلف ہے۔ زبان کے ارتقائی عمل کو نظرانداز کرنے کے مترادف ہے۔ یہ فطری طور پر قابل عمل بات بھی نہیں کہ پاکستان میں اُردو زبان کے معیار کو دہلی و لکھنؤ کے کلاسیکی لہجے سے جانچا جائے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر امجد کلو اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں:

> پاکستان میں اُردو زبان کے معیار پر جو بڑا اعتراض کیا جاتا ہے وہ اس پر مقامی زبانوں کے اثرات کی وجہ سے ہے۔ دوسری بڑی آج بھی اُردو کو تقسیم ہند سے پہلے والے اُردو کے مراکز لکھنؤ اور دہلی کے معیار کے سانچے میں پرکھنے کے سبب ہے جو کہ اس دور میں ممکن نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب ایک پوری نسل خالصتاً پاکستانی ماحول میں پروان چڑھی ہے۔ جس میں اُردو کا تعلق یہاں کی مقامی زبانوں کے ساتھ رہا ہے۔ کسی علاقے کی مادری زبان اُردو نہ ہونے کی وجہ سے اُردو کے ساتھ ایسی جذباتی وابستگی بھی نہیں تھی کہ اُردو کو خالص لکھنوی اور دہلی کے معیار کے مطابق ڈھالے رکھنے کی باضابطہ کوشش کی جاتی۔ ایسی خواہش کے باوجود ایسا کرنا فطری طور پر ممکن بھی نہیں تھا۔[۲]

پاکستان میں اُردو سے متعلق بحث اکثر سیاسی عوامل کے باعث پیچیدہ صورت اختیار کر لیتی ہے جو اُردو اور ملک کی علاقائی زبانوں کے فطری تعلق کو پس منظر میں دھکیل دیتی ہے۔ درحقیقت اُردو اور علاقائی زبانیں مثلاً پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی اور سرائیکی نہ صرف بہت سی ثقافتی و لسانی اقدار کا اشتراک کرتی ہیں بلکہ تاریخی طور پر بھی ایک

ماخذ تحقیقی مجلّہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

دوسرے سے گہرا ربط رکھتی ہیں۔ ان کے مابین تعامل اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ زبانیں ایک دوسرے سے بیگانہ نہیں بلکہ گہرے لسانی اور تاریخی روابط میں جکڑی ہوئی ہیں۔

اُردو پاکستان کے لسانی منظر نامے پر کسی اجنبی زبان کے طور پر مسلط نہیں کی گئی بلکہ اس نے مقامی زبانوں کے ساتھ مسلسل مکالمے کے ذریعے اپنی تشکیل پائی ہے۔ اس عمل میں اُردو نے علاقائی زبانوں سے الفاظ، تراکیب اور محاورے اخذ کیے اور ساتھ ہی اپنے ادبی و ثقافتی ذخیرے کے ذریعے ان زبانوں کو تقویت بخشی۔ یہ باہمی عمل اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ اُردو اور علاقائی زبانیں متصادم نہیں بلکہ ایک وسیع لسانی نظام کا جزوِلا ینفک ہیں۔ صدیوں پر محیط اس تبادلے نے ایک ایسی مشترکہ ثقافتی شناخت کو جنم دیا ہے جو صوبائی حدود سے ماوراء ہے۔

یہ حقیقت بھی ناقابلِ انکار ہے کہ اُردو میں پاکستان کی رابطے کی زبان ہے۔ یہ مختلف لسانی پس منظر رکھنے والے افراد کے لیے ایک مشترکہ ابلاغی وسیلہ فراہم کرتی ہے جو نسلی و علاقائی تقسیم کے باوجود باہمی افہام و تفہیم کو ممکن بناتا ہے۔ ایک کثیر اللسانی ریاست میں اس نوعیت کی یکجہتی پیدا کرنے والا ذریعہ ناگزیر ہے۔ جہاں علاقائی زبانیں مقامی ورثے اور شناخت کی نمائندگی کرتی ہیں، وہیں اُردو ایک قومی وحدت کی علامت کے طور پر سامنے آتی ہے، جس کی قبولیت اب ایک سماجی و لسانی حقیقت ہے نہ کہ محض سیاسی ضرورت۔ تقسیم کے وقت اس زبان کی پیشن گوئی ڈاکٹر سید عبداللہ نے ان الفاظ میں کی:

> "پاکستان میں اُردو کا ایک نیا لہجہ اور نیا روز مرہ پیدا ہو کر رہے گا اس کے فطری عمل کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے"[۳]

پاکستان کے قیام کے بعد لسانی ارتقاء کا ایک بھرپور اور کثیر جہتی نظام سامنے آیا، جس میں اُردو کو قومی زبان کا منصب عطا کیا گیا۔ اس منصب نے اُردو کو متنوع لسانی منظر نامے کے مرکز میں رکھتے ہوئے ایک متحرک سفر کا آغاز کیا۔ مقامی زبانوں کے ساتھ اُردو کا تعامل کوئی حادثاتی امر نہیں بلکہ ایک فطری اور ناگزیر عمل ہے جسے خطرہ سمجھ کر مزاحمت کرنے کی بجائے زبان کی حیات مندی کی علامت تصور کیا جانا چاہیے۔ جس طرح اُردو نے تاریخی طور پر فارسی اور عربی کے عناصر کو جذب اور اختیار کیا۔ اسی طرح پاکستان میں پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی اور دیگر علاقائی زبانوں کے ساتھ اس کے اختلاط نے نئے محاورے، روزمرہ الفاظ اور اظہاری صورتیں پیدا کیں۔ یہ رجحان نہ صرف قوم کے ثقافتی تنوع پذیر ہونے کی عکاسی کرتا ہے بلکہ ان نامیاتی طریقہ کار کی بھی نمائندگی کرتا ہے جن کے ذریعے زبانیں ارتقاء پذیر ہوتی ہیں، تنوع اختیار کرتی ہیں اور اپنی بقا کو یقینی بناتی ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

ماخذ تحقیقی مجلّہ

پاکستان میں اُردو کا لسانی ارتقاء دراصل طویل اور پائیدار ثقافتی و لسانی تبادلوں کا حامل ہے۔ فارسی اور عربی روایات میں جمی ہوئی اور علاقائی زبانوں کے ساتھ سابقہ تعاملات سے ثروت مند اُردو نے اب پاکستان میں زندہ مقامی زبانوں کے نئے عناصر کو جذب کر کے خود کو نئے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک لسانی ترکیب وجود میں آئی ہے جو اُردو کے ساختی اور اظہاری وسائل کو پنجابی، سندھی، پشتو، سرائیکی اور دیگر زبانوں کے صوتی، لغوی اور محاوراتی ذخائر کے ساتھ ہم آہنگ کرتی ہے۔ یہ ترکیب اس امر کی غماز ہے کہ اُردو بیک وقت تاریخی تسلسل کی امین بھی ہے اور جدت کا مظہر بھی۔

عصرِ حاضر کے لسانی منظرنامے میں علاقائی زبانیں اُردو کی مخالف نہیں بلکہ باہمی مکالمے اور تعامل کے ذریعے اس کی بالیدگی میں شریک ہیں۔ اس امتزاج کا نتیجہ ایک ایسی قومی لسانی شناخت ہے جو پاکستان کے پیچیدہ سماجی و ثقافتی حقائق کا مجموعہ اور عکاسی دونوں کا کام دیتی ہے۔

زبان محض ابلاغ کا وسیلہ نہیں بلکہ ایک قوم کی تہذیبی اور ثقافتی شناخت کی آئینہ دار بھی ہے۔ یہ اس معاشرتی ورثے کا حصّہ ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتا ہے اور جس میں تاریخ، روایات، اقدار اور طرزِ زندگی کی جھلک نمایاں رہتی ہے۔ زبان ایک ایسا مظہر ہے جو فرد کو اپنے اجتماعی ماضی سے جوڑتا اور مستقبل کی سمت متعین کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی قوم کی زبان کو اس کی تہذیب و ثقافت سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔

زبان کا فطری ارتقاء اس کی زندگی اور پائیداری کی علامت ہے۔ زبانیں معاشرتی، سائنسی اور فکری تبدیلیوں کے زیرِ اثر نئے الفاظ، تراکیب اور اظہار کے انداز اپناتی ہیں۔ تاہم اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ زبان اپنی جڑوں سے کٹ کر اپنی اصل تہذیب و ثقافت سے اجنبی ہو جاتی ہے۔ ارتقائی عمل دراصل زبان کے اس شعور کی عکاسی کرتا ہے جو ایک طرف نئے حقائق کو بیان کرتا ہے اور دوسری طرف اپنی تاریخی بنیادوں اور تہذیبی سرمائے کو محفوظ رکھتا ہے۔ اس طرح زبان ایک زندہ روایت بن کر اپنے اندر ماضی اور حال دونوں کو یکجا کرتی ہے۔

لسانی تبدیلی کے باوجود ہر زبان میں وہ عناصر ضرور محفوظ رہتے ہیں جو اسے اپنی قوم کے ثقافتی اور تہذیبی تشخص سے جوڑتے ہیں۔ محاورات، کہاوتیں، لوک داستانیں اور ادبی متون زبان کے وہ حصّے ہیں جن میں قوم کی اجتماعی دانش، جذبات اور طرزِ احساس جھلکتے ہیں۔ یہی عناصر زبان کو نہ صرف شناخت بخشتے ہیں بلکہ اسے نئی صورتوں میں ڈھلنے کے باوجود اپنی اصل سے مربوط رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

ماخذ تحقیقی مجلّہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

"زبان کسی قوم کی تہذیب و ثقافت کی تاریخ ہوتی ہے۔ اس میں شامل تمام الفاظ و تراکیب اور محاورات و امثال کا کوئی نہ کوئی تہذیبی پس منظر ہوتا ہے۔ اس پس منظر کو نظر انداز کر کے نہ تو اس قوم کی تاریخ سے پوری واقفیت حاصل کی جا سکتی ہے اور نہ زبان سے شناسائی"[۴]

پاکستانی معاشرے کی مثال لیں تو یہاں اُردو نے مختلف علاقائی زبانوں کے اثرات قبول کیے مگر اس کے باوجود اس میں موجود تاریخی، ادبی اور تہذیبی سرمایہ اپنی جگہ قائم ہے۔ فارسی اور عربی کا اثر اُردو کو اسلامی تہذیب سے جوڑتا ہے جب کہ مقامی زبانوں کے اثرات اسے خطے کی زمینی حقیقت سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔ نتیجتاً اُردو نہ صرف قومی وحدت کی زبان ہے بلکہ ایک ایسی تہذیبی دستاویز بھی ہے جو ماضی کی حفاظت اور حال کی ترجمانی دونوں کا کام دیتی ہے۔

زبان کا فطری ارتقاء ایک ناگزیر حقیقت ہے مگر یہ ارتقاء زبان کو اپنی تہذیبی و ثقافتی شناخت سے جدا نہیں کرتا بلکہ اسے اور زیادہ وسیع، ہمہ گیر اور پائیدار بناتا ہے۔ زبان اس طرح ایک ایسا پل بن جاتی ہے جو تاریخ، ثقافت اور تہذیب کو مستقبل کی نسلوں تک منتقل کرتا ہے۔

اگرچہ زبان بظاہر محض ذریعہ اظہار ہے مگر فی الواقع یہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ زبان اظہار کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ کسی قوم کی روایات، اخلاق اقدار اور تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار بھی ہوتی ہے۔ اس لیے کسی قومی زبان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوم کے تمام طبقوں کا مشترکہ ذریعہ اظہار ہونے کے علاوہ قوم کی روایت و ثقافت کی امانت دار بھی ہو۔ اگر کوئی زبان ان دونوں خصوصیات کی حامل نہیں ہے تو وہ کسی طرح بھی قومی زبان کا درجہ حاصل کرنے کی اہل نہیں ہے"[۵]

اگرچہ زبان کو عموماً محض رابطے کا ایک وسیلہ سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اظہار کی سطح سے کہیں زیادہ گہرے افعال انجام دیتی ہے۔ زبان نہ صرف باہمی ابلاغ کو ممکن بناتی ہے بلکہ کسی قوم کی روایات، اخلاقیات، اقدار اور تہذیبی ورثے کو بھی اپنے اندر سمیٹتی ہے۔ یہ ایک اجتماعی یادداشت کے طور پر کام کرتی ہے جس میں تاریخی تجربات، ثقافتی علامتیں اور سماجی اصول محفوظ رہتے ہیں اور نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں۔ اس تناظر میں زبان محض ابلاغی آلہ نہیں بلکہ ایک ثقافتی ذخیرہ اور تہذیبی دستاویز بھی ہے۔

ماخذ تحقیقی مجلّہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

کسی بھی زبان کو قومی زبان کا درجہ حاصل کرنے کے لیے دو بنیادی شرائط کا پورا ہونا ناگزیر ہے۔ اوّل یہ کہ وہ معاشرے کے تمام طبقات کے لیے اظہار کا مشترکہ وسیلہ بنے۔ اس سے مختلف لسانی اور علاقائی پس منظر رکھنے والے افراد ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر بات چیت کے قابل ہوتے ہیں جو باہمی افہام و تفہیم اور قومی ہم آہنگی کے فروغ کا ذریعہ بنتا ہے۔ دوم یہ کہ وہ قوم کی ثقافتی اور تہذیبی روایات کی امین اور محافظ ہو۔ قومی زبان محض حکومتی پالیسی کے ذریعے مسلط نہیں کی جاسکتی بلکہ یہ اپنے بولنے والوں کی اجتماعی اخلاقیات، اقدار اور شناخت کی عکاس ہوتی ہے۔

اگر کسی زبان میں ان میں سے کوئی ایک خصوصیت بھی موجود نہ ہو، چاہے وہ عوامی سطح پر شمولیت کی کمی ہو یا ثقافتی نمائندگی کی کمی تو وہ قومی زبان کا کردار پوری طرح ادا نہیں کر سکتی۔ ایک زبان جو صرف ایک طبقے یا علاقے تک محدود ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ نسلی یا علاقائی زبان کہلا سکتی ہے مگر قومی اتحاد کے لیے ناکافی رہتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی زبان عوامی سطح پر وسیع پیمانے پر بولی تو جائے لیکن قوم کی تاریخی و تہذیبی بنیادوں سے منقطع ہو تو وہ قومی شناخت کا بامعنی اظہار نہیں کر سکتی۔

یوں زبان کا قومی زبان کے طور پر استحقاق اسی وقت قائم ہوتا ہے جب وہ بیک وقت ابلاغ کا مشترکہ وسیلہ اور تہذیبی روایت کی محافظ ہو۔

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی اُردو کو معیاری زبان بنانے کے مسئلے کو اہمیت حاصل ہوئی۔ اُردو کی کلاسیکی روایت جس کی جڑیں دہلی اور لکھنؤ میں پیوست تھیں مکمل طور پر یہاں منتقل نہیں کی جاسکیں کیونکہ زبانیں ہمیشہ اپنے سماجی، ثقافتی اور جغرافیائی سیاق و سباق کے مطابق ارتقاء پذیر ہوتی ہیں۔ چنانچہ پاکستان میں اُردو نے مقامی زبانوں اور ثقافتی عناصر کے ساتھ تعامل کے ذریعے ترقی کی اور خود کو نئے حالات کے مطابق ڈھال لیا۔ یہ فطری لسانی ارتقاء نہ صرف ایک تاریخی ضرورت تھا بلکہ جغرافیائی ناگزیریت بھی۔ یوں وجود میں آنے والی اُردو مقامی اثرات سے مالامال ہو کر اس خطے کی تہذیبی و ثقافتی ترکیب کی عکاسی کرتی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی پاکستان میں اُردو زبان کی حیثیت و ضرورت پر رقم طراز ہیں:

> "پاکستان کی سب زبانیں، خواہ وہ سندھی ہو، پنجابی، پشتو، بلوچی ہوں یا سرائیکی ہندکو، کشمیری پوٹھواری، شنا، گجری، براہوی وغیرہ ہوں، سب ہماری زبانیں ہیں۔ ہمیں اُن سے محبت ہے۔ ان کی ترقی پاکستان کی حقیقی ترقی کا حصّہ ہے لیکن اُردو جو ہماری قومی زبان ہے، اس کی حیثیت مشترک اور رابطے کی زبان کی ہے۔ ہمیں بحیثیت قوم اس کی ضرورت ہے۔ یہ وہ زبان ہے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

جس نے گذشتہ چھ سو سال میں نہایت ترقی کی ہے اور جسے قومی زبان کی حیثیت سے ہم استعمال کر کے اپنا تشخص قائم کر سکیں گے اور قومی یکجہتی سے بھی ہم کنار ہو سکیں گے۔ اس صورت میں قومی اتحاد کو کمزور کرنے والے ہی اس کی مخالفت کریں گے "[۲]

پاکستان کی تمام زبانیں، سندھی، پنجابی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، ہندکو، کشمیری، پوٹھوہاری، شینا، گوجری، بروہی وغیرہ، ہماری ثقافتی اور لسانی شناخت کا حصّہ ہیں اور ان کی ترقی دراصل پاکستان کی مجموعی ترقی ہے۔ تاہم اُردو کو بطور قومی زبان اس لیے مرکزی حیثیت حاصل ہے کہ یہ پورے ملک میں ابلاغ کا مشترکہ وسیلہ ہے۔ چھ صدیوں پر پھیلے ارتقائی سفر نے اُردو کو اس مقام تک پہنچایا ہے جہاں وہ نہ صرف عوامی سطح پر قبولیت حاصل کر چکی ہے بلکہ قومی وحدت اور اجتماعی شناخت کے لیے بھی لازم و ملزوم بن گئی ہے۔

سرکاری سطح پر اُردو کے نفاذ کے مسائل

اُردو پاکستان کی قومی زبان ہے اور متنوع علاقائی زبانوں پر مشتمل قوم کے لیے اتحاد اور یکجہتی کی علامتی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم اپنی آئینی حیثیت کے باوجود اُردو کو سرکاری زبان کے طور پر نافذ کرنے کا عمل ابھی تک مکمل طور پر ممکن نہیں ہو سکا۔ قیامِ پاکستان کے بعد سے ریاست نے اُردو کو سرکاری و انتظامی اُمور میں شامل کرنے کی متعدد کوششیں کی ہیں، مگر یہ عمل مسلسل تاخیر کا شکار رہا ہے۔ اس تاخیر کے پس منظر میں مختلف عوامل کارفرما ہیں جن میں بالخصوص معاشی مشکلات، افرادی قوت کی تربیت کا فقدان اور گہرا طبقاتی ڈھانچہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

پاکستان اپنے قیام ۱۹۴۷ء سے ہی شدید معاشی مشکلات کا شکار رہا ہے۔ نوآبادیاتی دور سے وراثت میں ملنے والے نظام کے تحت تمام سرکاری، انتظامی اور ادارہ جاتی اُمور انگریزی زبان میں انجام دیے جاتے تھے۔ ایسے وسیع اور پیچیدہ ڈھانچے کو اُردو میں منتقل کرنے کے لیے کثیر مالی وسائل درکار تھے۔ اس عمل میں سرکاری دستاویزات کی از سرِ نو طباعت، سرکاری اہلکاروں کی تربیت، قانونی و تکنیکی اصطلاحات کا ترجمہ اور بیوروکریٹک نظام کی مکمل تنظیم نو جیسے مراحل شامل تھے۔ تاہم پاکستان کی کمزور معیشت اس بڑے پیمانے کی تبدیلی کو سہارا دینے سے قاصر رہی۔ یہی مالی کمزوریاں آج تک اُردو کو سرکاری ابلاغ کا مکمل ذریعہ بنانے میں بنیادی رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔

جیسا کہ اس مضمون میں THE EVOLUTION AND IMPACT OF ENGLISH LANGUAGE LEARNING IN PAKISTAN: A COMPREHENSIVE REVIEW نشاندہی کی گئی ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

> *"After Pakistan gained independence in 1947, English continued to be the language of government, the judiciary, and higher education… the country faced the challenge of balancing the need to promote Urdu as a national language with the practical advantages of retaining English."* [7]

یہ اقتباس اس حقیقت کو مزید اُجاگر کرتا ہے کہ اُردو کے نفاذ کا مسئلہ صرف وسائل کی کمی تک محدود نہیں بلکہ ایک عملی و ادارہ جاتی پیچیدگی بھی ہے۔ انگریزی زبان کا جاری رہنا محض تاریخی وراثت نہیں بلکہ سرکاری ڈھانچوں اور تعلیمی اداروں میں اس کی جڑوں کی مضبوطی کی وجہ سے بھی ہے۔ پاکستان ایک طرف قومی زبان کے فروغ کی ضرورت محسوس کرتا رہا اور دوسری جانب انگریزی کے عملی فوائد کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ یہی کشمکش اُردو کو سرکاری سطح پر نافذ کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گئی۔ یوں معاشی کمزوریاں اور ادارہ جاتی انحصار مل کر اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ اُردو کے نفاذ کے خواب کی تعبیر کے لیے نہ صرف مالی وسائل کی فراہمی ضروری ہے بلکہ ایک متوازن پالیسی، مستحکم حکمتِ عملی اور عملی اقدامات بھی ناگزیر ہیں۔

زبان کی تبدیلی، بالخصوص سرکاری سطح پر، فوری طور پر ممکن نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے منظم اور مرحلہ وار منصوبہ بندی ناگزیر ہے۔ اُردو کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ سرکاری ملازمین اور اہلکاروں کے لیے مؤثر تربیتی پروگراموں کی عدم دستیابی رہی ہے۔ بیشتر افسران انگریزی میں کام کرنے کے عادی ہیں اور ان کا تعلیمی پس منظر اس رجحان کو مزید مستحکم کرتا ہے۔ اگر بتدریج تربیت کے بغیر اچانک اُردو کو نافذ کیا جائے تو اس سے انتظامی کارکردگی اور ادارہ جاتی کارگزاری بری طرح متاثر ہو سکتی ہے۔ اس لیے زبان کی تبدیلی کے لیے مرحلہ وار اور تسلسل کے ساتھ تربیتی اقدامات ناگزیر تھے۔ بدقسمتی سے مستقل تربیت کی کمی اور جامع پالیسیوں کی عدم موجودگی نے اس عمل کو مستحکم ہونے سے روک دیا ہے۔

اُردو کو حقیقی طور پر فعال ریاستی زبان کے طور پر قائم کرنے کا چیلنج پاکستان کے لیے صرف انتظامی یا مالی نہیں بلکہ بنیادی طور پر سماجی ہے۔ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ طبقاتی ڈھانچے کی سخت تقسیم ہے۔ انگریزی کو وقار، جدیدیت اور اعلیٰ سماجی مرتبے کی علامت سمجھا جاتا ہے اور یہ براہِ راست معاشی و سیاسی اشرافیہ سے وابستہ ہے۔ یہی وابستگی انگریزی کو علامتی اور مادی دونوں طرح کی طاقت عطا کرتی ہے۔ کلیدی ریاستی اداروں کو کنٹرول کرنے والے اعلیٰ مناصب پر فائز افراد اور باوقار تعلیمی اداروں کے منتظمین کی ذاتی دلچسپی شعوری یا لاشعوری طور پر ایک ایسی ذولسانی حکومتی صورتِ حال کو برقرار رکھنے میں ہے جس میں انگریزی اختیار اور سماجی ترقی کی سیڑھی بنی ہوئی ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

> "English was supposed to continue as the official language of Pakistan till such time that the national language(s) replaced it. However, English is as firmly entrenched in the domains of power in Pakistan as it was in 1947." [8]

یہ اقتباس اس حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے کہ آئینی دفعات کے باوجود جن کے مطابق اُردو کو بالآخر انگریزی پر فوقیت حاصل ہے۔ انگریزی سے جڑے طبقاتی مفادات نے اسے مضبوطی سے قائم رکھا ہے، بالکل اسی طرح جیسے آزادی کے وقت تھے۔ تاریخی طور پر یہ صورتِ حال نو آبادیاتی وراثت کا نتیجہ ہے جس نے انگریزی کو انتظامیہ، عدلیہ اور اعلیٰ تعلیم کی زبان کے طور پر رائج کیا۔ نو آبادیاتی منصوبے نے ایک ایسا تعلیمی اور بیوروکریٹک ڈھانچہ تشکیل دیا، جس میں اعلیٰ عہدوں تک رسائی صرف انگریزی پر مہارت کے ذریعے ہی ممکن تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد بھی یہ ڈھانچہ جوں کا توں برقرار رہا۔ اسے بدلنے کے لیے محض بیان بازی کافی نہیں، بلکہ ہمہ گیر اور مہنگی اصلاحات درکار ہیں جن میں قانون سازی اور انتظامی دستاویزات کا ترجمہ، ججوں اور افسران کی دوبارہ تربیت، اُردو میں قانونی اور تکنیکی اصطلاحات کی تیاری، اور ریکارڈ کو از سرِ نو شائع کرنا شامل ہے۔ ریاست کبھی بھی اس طرح کی وسیع اصلاحات کے لیے مطلوبہ وسائل فراہم کرنے کے قابل نہیں رہی۔ اسی طرح ڈاکٹر امجد کلو نے اپنے مقالے میں زبان کے استعمال سے متعلق سماجی رویّے کو یوں بیان کیا ہے:

> "ہمارا معاشرہ مختلف طبقوں میں بٹا ہوا ہے۔ معاشرے میں انگریزی سمجھنے اور بولنے والوں کو اعلیٰ طبقے میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس لیے انگریزی کی نقل کرنا ایک عام رجحان ہے اور یہ رجحان دوسرے ترقی پذیر ممالک میں بھی ایسا ہی ہے۔ ہمارے پاس تمام طبقات کے لیے انگریزی سیکھنے کے یکساں مواقع نہیں ہیں۔ اس میں سماجی و اقتصادی حیثیت، تعلیمی وسائل تک رسائی اور انگریزی سیکھنے کی طرف لوگوں کا رویہ شامل ہے۔" [9]

یہ بیان طبقاتی زبان کے گٹھ جوڑ کے تین عملی نتائج کی نشاندہی کرتا ہے:

- معیاری انگریزی تعلیم زیادہ تر شہری اور متمول طبقات تک محدود ہے، جب کہ اکثریت — خصوصاً دیہی اور کم آمدنی والے طبقات اس سہولت سے محروم رہتی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29
ماخذ تحقیقی مجلہ

- انگریزی پر مہارت سفید پوش ملازمتوں، اعلیٰ تعلیم اور انتظامی کیریئر کے لیے لازمی شرط بن چکی ہے جس سے ساختی عدم مساوات مزید مستحکم ہوتی ہے۔
- اشرافیہ کے نزدیک اُردو کو بنیادی سرکاری زبان کے طور پر فروغ دینا ان کے علامتی وقار اور عملی مفادات، دونوں کے لیے خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس رویّے سے سیاسی تنازعات جنم لیتے ہیں جو اصلاحات کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔

ان مسائل کو بین الاقوامی اور مارکیٹ کے دباؤ نے مزید شدت بخشی ہے۔ عالمگیریت، کثیر القومی اُصول اور بین الاقوامی ادارے سفارت کاری، تجارت اور علمیات میں انگریزی کی افادیت کو بلند کرتے ہیں۔ مقامی اشرافیہ جو عالمی معیشت میں ثالث کا کردار ادا کرتی ہے اس وجہ سے انگریزی کو اعلیٰ شعبوں میں محفوظ رکھنے کے لیے مزید جواز حاصل کر لیتی ہے۔ اس طرح کی بیرونی کمک جب داخلی سماجی و حیثیتی حرکیات کے ساتھ ضم ہوتی ہے تو اُردو کو مکمل طور پر نافذ کرنے کا عمل مزید مؤخر ہو جاتا ہے۔

ادارۂ فروغِ قومی زبان کی اُردو کے نفاذ کے لیے خدمات:

ادارۂ فروغِ قومی زبان، جو اس سے پہلے مقتدرہ قومی زبان کے نام سے منسوب تھا، قومی ورثہ و ثقافت ڈویژن، حکومتِ پاکستان کا ذیلی ادارہ ہے۔ یہ ادارہ ۴ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو ۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل - ۲۵۱ کے تحت قائم کیا گیا۔ اس کا بنیادی مقصد اُردو کو بطور سرکاری زبان نافذ کرنے میں سہولت فراہم کرنا، انتظامیہ میں لسانی رکاوٹوں کو دور کرنا اور علمی، تحقیقی و تعلیمی اداروں کے درمیان اُردو کے فروغ کے لیے تعاون کو مضبوط بنانا ہے۔ آئین کی دفعہ ۲۵۱(شق ۱) کے مطابق:

> "شق ۔ ا کے تابع، انگریزی زبان اس وقت تک سرکاری اغراض کے لیے استعمال کی جا سکے گی، جب تک کہ اس کے اُردو سے تبدیل کرنے کے انتظامات نہ ہو جائیں"[۱۰]

یہ آئینی شق پاکستان کی لسانی پالیسی کی بنیاد ہے جس کے تحت اُردو کو تدریجاً انگریزی کے متبادل کے طور پر نافذ کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد انتظامی، عدالتی اور تعلیمی شعبوں میں ایک ایسی ہمہ گیر زبان کا فروغ ہے جو عوامی سطح پر رابطے اور تفہیم کا ذریعہ بن سکے۔ تاہم عملی نفاذ میں انتظامی مسائل، ادارہ جاتی رکاوٹیں اور سماجی رویے اب تک بڑی رکاوٹیں رہے ہیں جس کے باعث انگریزی آج بھی ایک طاقتور اور فعال سرکاری زبان کے طور پر موجود ہے۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

اُردو زبان کی ترویج اور اس کے علمی و تحقیقی سرمایے کے تحفظ میں مقتدرہ قومی زبان (ادارہ فروغ قومی زبان) کا کردار نہایت اہم اور وقیع ہے۔ یہ ادارہ نہ صرف اُردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے کوشاں ہے بلکہ علمی ذخائر کو یکجا کرنے، ان کی حفاظت اور ان کے مؤثر استعمال کے لیے بھی سرگرم عمل ہے۔ ادارے کا کتب خانہ اس علمی و ادبی جدوجہد کا عملی مظہر ہے، جہاں جدید و قدیم علوم پر مشتمل کتابوں، نایاب مخطوطات، رسائل و جرائد اور لغات و انسائیکلوپیڈیا کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ ادارہ تحقیقی و لسانی مکالمے کے فروغ کے لیے "اخبار اُردو" جیسا جریدہ بھی شائع کرتا ہے جو قومی زبان کے مسائل اور لسانی مباحث پر روشنی ڈالتا ہے۔

"ادارے کا کتب خانہ 52000 سے زائد ذخیرہ کتب پر مشتمل ہے۔ اس میں ادارے کے مقاصد کے حوالے سے جدید تر موضوعات پر کتابیں اور کتب نادرہ کے علاوہ ۱۸۰۰۰ سے زائد رسائل و جرائد کا وسیع ذخیرہ بھی موجود ہے۔ اس کتب خانے کا ایک بڑا حصّہ حوالہ جاتی کتابوں اور مواد پر مشتمل ہے جس میں تقریباً ہر اہم مضمون کی انسائیکلوپیڈیا، لغات اور ببلوگرافی موجود ہیں۔ کتب خانے میں مختلف موضوعات کی لغات و اصطلاحات کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ سمعی و بصری مواد کا کچھ حصہ بھی موجود ہے۔ مطبوعات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کا بھی بڑا حصّہ نہایت محنت اور کوشش سے حاصل کیا گیا ہے۔ بہت سی پرانی اور نایاب کتب کے حوالہ سے اس کتب خانے میں ایک الگ شعبہ "کتب نادرہ" کے نام سے قائم کیا گیا ہے جس میں سترہویں اٹھارویں اور انیسویں صدی کی بعض نایاب کتب و لغات شامل ہیں۔ اس کتب خانہ میں کتابوں کے علاوہ ایک بڑی تعداد نئے اور پرانے رسائل کی بھی ہے۔ اس کے علاوہ ادارے کے کتب خانے میں گوشہ افتخار عارف، بشیر سیفی، اعجاز راہی اور شان الحق حقی بھی قائم ہیں۔ یہ گوشے صاحب گوشہ یا ان کے ورثہ کی طرف سے عطیہ کردہ کتابوں کے سبب قائم کیے گئے ہیں۔۔۔۔

مقتدرہ قومی زبان سے ۱۹۸۱ء میں ایک ماہانہ جریدہ شروع کیا گیا جس کا مقصد قومی زبان کے مسائل، لسانی مباحث اور دیگر تحقیقی موضوعات پر تحریریں شائع کرنا تھا۔ جون ۲۰۱۱ء سے اخبار اُردو کے تمام شمارے ادارے کی ویب گاہ آن لائن بھی موجود ہیں۔""

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

ماخذ تحقیقی مجلّہ

یوں مقتدرہ قومی زبان کا کتب خانہ اور اس کی مطبوعات اُردو زبان کے علمی سرمایے کا نہایت قیمتی حصّہ ہیں۔ یہاں موجود کتب نادرہ، لغات، انسائیکلوپیڈیا اور ذاتی گوشے علمی دنیا کو تحقیق و جستجو کا نیا افق فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح "اخبار اُردو" جیسے علمی جریدے کی اشاعت نے اُردو زبان کے مسائل، لسانی مباحث اور تحقیقی مبادیات کو باقاعدہ علمی مکالمے کا حصّہ بنا دیا ہے۔ اس ادارے کی خدمات اُردو زبان کے فروغ اور اسے علمی و تحقیقی دنیا میں مضبوط بنیاد فراہم کرنے کے لیے ایک ناقابلِ فراموش سرمایہ ہیں۔

قومی زبان دراصل ایک ایسا مشترک سرمایہ ہے جو نہ صرف فرد کی شناخت کا حصّہ بنتا ہے بلکہ اجتماعی سطح پر قوم کی معاشرتی، تمدنی، تاریخی اور مذہبی اقدار کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے۔ اسی پس منظر میں ادارۂ فروغ قومی زبان تمام صوبائی اکائیوں کو ساتھ لے کر چل رہا ہے اور ایک ایسے لسانی و تہذیبی پلیٹ فارم کی تشکیل میں مصروف عمل ہے جہاں ہر اکائی اپنی روایات، اقدار اور علمی ذخائر شامل کرتی ہے اور دوسروں کے سرمایے سے فیض یاب ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

> "قومی زبان، قوم کا مشترک سرمایہ ہونے کے پیش نظر پوری قوم کی معاشرتی، تمدنی، تاریخی اور مذہبی اقدار کے خزائن کی امین ہوتی ہے۔ وہ ایک مشترک بینک یا ایک قسم کی ایکسچینج ہے جس میں شامل ہر گروہ اور علاقہ اپنی روایات کو جمع کرتا ہے اور دوسرے مشمولہ گروہوں کے سرمائے سے خود مستفید ہوتا ہے۔ یہ دو گونہ بلکہ سہ گونہ عمل متواتر جاری رہتا ہے اور ہر اکائی اپنے اپنے دائرہ کار میں بڑھتی اور پھلتی پھولتی رہتی ہے۔"[۱۲]

یوں ادارۂ فروغِ قومی زبان نہ صرف اُردو کے علمی، ادبی اور تحقیقی سرمائے کو محفوظ بنا رہا ہے بلکہ اسے ایک ایسے قومی رشتے میں پرو رہا ہے جو تمام لسانی، ثقافتی اور علاقائی اکائیوں کو یکجا کرتا ہے۔ یہ عمل نہ صرف قومی یکجہتی کو فروغ دیتا ہے بلکہ اُردو زبان کو ایک زندہ، متحرک اور ہمہ جہت قومی سرمایہ بناتا ہے۔

کسی بھی قومی زبان کی ترقی کوئی الگ تھلگ عمل نہیں بلکہ ایک مخصوص جغرافیائی اور ثقافتی وحدت کے اندر بسنے والے افراد کی اجتماعی شرکت اور مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ عمل شعوری اور لاشعوری دونوں سطحوں پر ظاہر ہوتا ہے جہاں مشترکہ اقدار، سماجی تعاملات اور علاقائی شناختیں مل کر قوم کے لسانی کردار کی تشکیل کرتی ہیں۔ قومی زبان اپنی اصل طاقت علاقائی زبانوں اور ادب کے تنوع سے حاصل کرتی ہے جو وسیع تر لسانی دھارے کو سہارا دیتے ہیں۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

اُردو کے معاملے میں یہ پہلو خاص طور پر نمایاں ہے۔ اُردو نے نہ صرف اپنے لسانی مزاج اور رسم الخط سے بلکہ پاکستان کے مختلف صوبوں میں بولی جانے والی زبانوں سے بھی گہرا تعلق قائم کیا ہے۔ اس میں متعدد لسانی ذرائع سے الفاظ، لہجے اور ادبی روایات شامل ہیں۔ نتیجتاً، اُردو ایک الگ تھلگ وجود کے طور پر نہیں بلکہ ایک وسیع لسانی زنجیر کے مربوط دھاگے کے طور پر سامنے آتی ہے۔ مختلف علاقائی زبانوں کو اپنے اندر سمو کر اور مقامی حدود سے آگے بڑھ کر اُردو نے خود کو قومی رابطے اور لسانی اتحاد کا مؤثر ذریعہ بنایا ہے۔

اس لسانی و ثقافتی ربط کو فروغ دینے میں ادارۂ فروغِ قومی زبان کا کردار نہایت اہم ہے۔ ایک مرکزی ادارے کے طور پر اس نے سرکاری اور عوامی زندگی میں اُردو کے فروغ کو اپنی بنیادی ترجیح بنایا ہے۔ سیمیناروں، کانفرنسوں اور علمی مطبوعات کے ذریعے ادارے نے نہ صرف اُردو کی مقبولیت میں اضافہ کیا بلکہ انتظامی سطح پر اس کے نفاذ کی حوصلہ افزائی بھی کی۔

عالمگیریت اور ڈیجیٹل دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ادارۂ فروغِ قومی زبان نے اُردو کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی بھی کوششیں کی ہیں۔ اس ضمن میں اُردو لغت کی ڈیجیٹائزیشن ایک نمایاں مثال ہے جو نہ صرف لسانی تحقیق کو آسان بناتی ہے بلکہ اُردو کی رسائی کو عالمی سطح پر بھی وسعت دیتی ہے۔

یہ امر تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ادارہ مالی اور وسائل کی کمی کے باوجود اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے۔ ان حدود کے باوجود ادارۂ فروغِ قومی زبان نے اُردو کو قومی وحدت اور رابطے کی زبان کے طور پر اُجاگر کرنے پر اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے۔ یہ کوششیں پاکستان کے تعلیمی، انتظامی اور تکنیکی مستقبل میں اُردو کے مقام کو محفوظ بنانے کے وژن کی عکاسی کرتی ہیں۔

اُردو کی ترقی اور بطور قومی زبان اس کی پذیرائی پاکستانی عوام کی اجتماعی اُمنگوں اور ثقافتی اتحاد کا مظہر ہے۔ علاقائی زبانوں سے فیض یاب ہو کر اور لسانی جامعیت کو فروغ دے کر اُردو قومی رابطے کی ریڑھ کی ہڈی بن چکی ہے۔ اس سفر میں ادارۂ فروغِ قومی زبان کا کردار کلیدی ہے جو تحقیق، بیداری اور ڈیجیٹل اختراع کے ذریعے اُردو کی وراثت کو محفوظ بنانے اور جدید دور کے چیلنجوں سے ہم آہنگ کرنے میں مصروف عمل ہے۔

ماخذ تحقیقی مجلّہ
ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-29

حوالہ جات

۱۔ لسانی مسائل و لطائف، دلچسپ، فکر انگیز مضامین، شان الحق حقی، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۲۱ء، ص۹۹

۲۔ محمد امجد کلو، ڈاکٹر، اُردو زبان کا لسانی ارتقا: اُردو اخبارات کے حوالے سے اُردو کے بدلتے ہوئے روزمرہ اور محاورے کا مطالعہ، شعبۂ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ۲۰۲۵ء، ص ۱۸

۳۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ادب و فن، ص۲۳۵

۴۔ زبان و بیان (لسانی مقالات) وارث سرہندی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹، ص۲۵

۵۔ ایضاً، ص۹

۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی زبان: یک جہتی، نفاذ اور مسائل، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص

۷۔ .pdffile:///C:/Users/shah/Downloads/UCISS-V3132024237/20(1)

۸۔ Khan, Mahir Ali. "English Will Stay the Language of Power." *The News International*, 18 Oct. 2015

۹۔ محمد امجد کلو، ڈاکٹر، اُردو زبان کا لسانی ارتقا: اُردو اخبارات کے حوالے سے اُردو کے بدلتے ہوئے روزمرہ اور محاورے کا مطالعہ، شعبۂ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ۲۰۲۵ء، ص ۱۷۰

۱۰۔ ادارۂ فروغِ قومی زبان .(n.d.) سرکاری ویب سائٹ .حکومتِ پاکستان۔ September 10, 2025, from https://nlpd.gov.pk Retrieved

۱۱۔ www.ur.wikipedia.org/wiki/

۱۲۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، منتخبات اخبارِ اُردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء، ص ۱۴